اردو ڈرامے کا اسٹیج سے ریڈیو تک کا سفر

A Journey of Urdu Drama from Stage to Radio

ڈاکٹر یاسمین سلطانہ فاروقی*
شفق صدیقی **

Abstract

The word, 'drama' is extracted from Greek language. It is called Drau which means to present practical picture of any emotion. Dramas often reflect our society, culture and norms. Therefore, from the beginning of time they become major source of educating society. According to A.W Shegal "Drama separately found in each nation. No one take it from any other." Furthermor, there are many differences exist among scholars on beginning of drama.

In Indian subcontinent there is interesting myth related to origin of drama. As per that myth one day all lords present at Raja Indar Darbar and asked, "We wish to feast our eyes and ears, please create enjoyment for us". Than Lord Barhama took dance from rugwaid, melody from samwaid , movement from behwaid and expression from atharwaid and created nutwaid in which lots of dramas are written. If we go through written drama history of subcontinent, we come to know that here drama is an important component of people, life from beginning.

The origin of dramatic performance in Indian subcontinent can be traced back to as early as 200 BCE. Kalidasa in the 4th-5th century CE, was arguably one of ancient India's greatest Sanskrit dramatists. On important religious events so many dramas have been performed in temples from which different pandits learned a lot. This research paper reviews history of drama from stage to radio.

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، عِلما یونیورسٹی، کراچی۔
** پی ایچ ڈی اسکالر، جامعہ کراچی، کراچی۔

تلخیص

''ڈراما'' یونانی لفظ ڈراؤ سے نکلا ہے، جس کا مفہوم نقل کرنا ہے یا کسی بھی جذبے کے اظہار کیلئے عملی تصویر پیش کرنا ہے۔ کسی بھی ملک کے ڈرامے اس معاشرے کے اخلاق اور طرز معاشرت کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اس لئے ابتداء ہی سے ان کے ذریعے معاشرے کی ذہن سازی کا کام لیا جاتا رہا ہے۔ اے ڈبلو شیگل کے مطابق ڈراما ہر قوم میں علیحدہ، علیحدہ پیدا ہوا ہے۔ ایک قوم نے اسے دوسری قوم سے نہیں لیا مگر ڈرامے کی جائے پیدائش کے حوالے سے مورخین میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں ڈرامے کے بارے میں دلچسپ روایت موجود ہے۔ جس کے مطابق ایک بار تمام دیوتا مل کر راجا اندر کے پاس گئے اور اپنی بے کیف اور بے مزہ زندگی کے لیے کسی دلچسپ مشغلے کی طلب کی۔ راجا اندر نے برہما سے اس مسئلے کا حل نکالنے کی سفارش پیش کی۔ برہما نے رگ وید سے رقص، سام وید سے سرور، یجر وید سے حرکات و سکنات اور اتھر وید سے اظہار جذبات نکال کر ایک پانچواں وید ترتیب دیا اور اسے نٹ وید کا نام دیا۔ یہ نسخہ جب دیوتاؤں کے ہاتھ آیا تو وہ خوشی خوشی اپنے کاموں پر لوٹ آئے اور یہ وید آگے چل کر بہت سے مشہور ڈراموں کی بنیاد بنا۔ ڈراما ابتداء ہی سے ہندوستان کے لوگوں کی زندگی کا اہم حصہ رہا ہے۔ پنڈتوں کو شکنتلا، مدراراکششا، مرچھ کٹی اور پرتما ضرور پڑھائے جاتے تھے تاکہ مختلف تہواروں کے موقع پر مندروں یا دھرم شالوں میں اسے عوام کے سامنے پیش کرسکیں۔ پانچواں وید جسے'' نائیہ شاستر'' بھی کہا جاتا ہے، اسی شاستر سے ہندوستان میں ڈرامے کی پیدائش وافزائش متعلق کی جاتی ہے۔

ہندوستان میں ڈراما نگاری کوئی نئی صنف نہیں۔ سنسکرت زبان میں پہلی صدی عیسوی سے لے کر دسویں صدی عیسوی تک ۷۰۰ کے قریب ناٹک لکھے گئے۔ سنسکرت میں ڈرامے کو درسیہ کاو 'نظم مشہود' اور روپک کہا گیا ہے یعنی ایک ایسی نظم جسے عملی صورت میں دیکھا اور دکھایا جاسکے۔ ناٹک کو روپک کی ہی قسم تصور کیا گیا ہے۔ بہت سے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ برصغیر کا پہلا باقاعدہ ڈراما شکنتلا ہے جسے کالی داس نے تحریر کیا۔ کالی

داس راجا چندر گپت 'دوم' کا درباری شاعر تھا۔ آپ سے دو اور شاہکار ڈرامے منسوب ہیں " وکرم اروشی " اور " مالوک اگنی متر "۔ سنسکرت ڈراما نگاروں میں کالی داس کے بعد بھاس اور بھوبھوتی کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ بھاس نے "کرودت " لکھا۔ آگے چل کر سنسکرت کے اہم ڈرامے مرچھ کٹکی کا پلاٹ اسی ڈرامے سے لیا گیا۔ بھاوبھوتی قنوج دربار کا شاعر تھا۔ اس کے لکھے قابل ذکر ڈرامے مالتی مادھو، مہاویر چر تر اور اتر رام چرتر ہیں۔

اردو ڈرامے کے اسٹیج سے ریڈیو تک کے سفر کو سمجھنے کیلئے باآسانی تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

☆ قدما کا دور

☆ تھیٹریکل کمپنیوں کا عروج

☆ اردو ڈراما ریڈیونشریات پر

قدما کا دور

اردو ڈرامے کی ابتداء کب ہوئی، اس سلسلے میں دستیاب مواد میں تضادات پائے جاتے ہیں لیکن اسے پڑھ کر یہ اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ اٹھارویں صدی میں اردو ڈرامے کا آغاز ہو گیا تھا۔ ۱۸۰۱ء میں فورٹ ولیم کالج کے زمانے میں شعبہ ء اردو کے پروفیسر جان گلکرائسٹ کی سرکردگی میں کاظم علی جوان نامی شاعر نے سنسکرت کے مشہور ڈرامے شکنتلا کا اردو ترجمہ شکنتلا ناٹک کے نام سے کیا۔ اس سے پہلے بھی گلکرائسٹ ۱۷۹۶ء میں اپنی سر براہی میں شیکسپیئر کے ڈرامے 'ہملیٹ' کا اردو ترجمہ کروا چکے تھے۔ (۱)

اردو ڈرامے کے قدما میں نواب واجدعلی شاہ کانام سر فہرست ہے۔ آپ نے افسانۂ عشق اور کرشن کنہیا جیسے ڈرامے تحریر کئے۔ ڈاکٹر عشرت رحمانی نے افسانۂ عشق اور کرشن کنہیا کو رہس قرار دیا جو اوپیرا کی ایک قسم ہے۔ جنہیں اردو ادب کے اولین ڈراموں کا نقش بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے امانت لکھنوی کے تحریر کردہ ڈرامے اندر سبھا کے ذریعے اردو ادب میں ڈرامے کے فن کو متعارف کرانے کی سر پرستی کی۔ بہت سے محققین نے اردو کا اول ناٹک " اندر سبھا " کو گردانا ہے لیکن اس بارے میں حتمی انداز سے کچھ کہنے کیلئے اب

بھی تحقیق کے مزید دریچوں کو کھولنا لازم ہے۔ اِندر سبھا کے مصنف امانت لکھنوی تھے یہ کھیل قیصر باغ میں کھیلا جاتا تھا۔ اس کھیل کے آرکسٹرا میں طبلہ اور سارنگی شامل تھے۔ گو کہ اِندر سبھا کا اردو کا پہلا ڈراما ہونے کے بارے میں شبہات پائے جاتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اندر سبھا کی تاریخی حیثیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ لکھنو کے شاہی اسٹیج کے دیباچے میں سید مسعود حسن رضوی رقم طراز ہیں کہ" واجد علی شاہ پکے ہندوستانی تھے۔ انھیں انگریزوں سے مطلق اُنس نہ تھا۔ کلکتہ، بمبئی میں انگریزی طرز کے اسٹیج مدت سے قائم تھے اور ان کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرلینا ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا مگر انھوں نے لکھنو میں جس اسٹیج کی بنیاد ڈالی وہ خالص ہندوستانی تھا"۔(۲)

واجد علی شاہ کے رہس ابتداء میں شاہی محل میں کھیلے جاتے تھے۔ جن کے تماش بین بھی شاہی افراد ہوتے تھے مگر جب واجد علی شاہ نے اپنے جوگیا میلے میں شرکت کیلئے عوام کو دعوت دی تو عوام کو قیصر باغ کی سیر کی تین دن تک مکمل اجازت تھی اوریوں ڈرامے لکھنے اور کھیلنے کا شوق پروان چڑھ گیا۔ اِندر سبھا کی پیشکش کے بعد بزرگ شاعر امانت لکھنوی کی اس رہس کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ ہندوستان کا کوئی شہر یا گاؤں ایسا نہ تھا جہاں اسے پیش نہ کیا جاتا ہو۔ نہ ہندوستان کی کوئی ایسی زبان تھی جس میں اندر سبھا کا ترجمہ کیا نہ گیا ہو۔

اردو ڈرامے کے ابتدائی تیس سال میں الف لیلیٰ، جنوں، پریوں یا سلاطین کی داستانیں پیش کی گئیں یا زیادہ تر ڈرامے اِندر سبھا کے طرز پر تمثیل کیے گئے۔ اِندر سبھا اردو ڈرامائی ادب کی سب اہم تصنیف شمار ہو تا ہے۔ ہماری ابتدائی ڈرامائی تاریخ اس کے ذکر کے بغیر ادھوری تصور کی جاتی ہے۔ اسی دور میں نواب علی کانپوری نے شیریں فرہاد، ماسٹر احمد حسین وافر نے بلبل بیمار اور خان رامپوری نے 'چترابکاؤلی' و 'طلسمِ الفت' جیسے قابل ذکر ڈرامے تحریر کئے۔ جو اندر سبھا سے ذرا مختلف تھے۔ (۳)

ابتداء میں اردو کے نامور ادیب، شعراء اور انشاء پرداز ڈراما نگاری کو ادب کا حصہ نہ سمجھتے تھے اور اس کی طرف آنے سے کتراتے تھے مگر پارسی الفریڈ تھیٹریکل کمپنی نے اپنے

ڈرامے لکھوانے کیلئے مستند ادیبوں کو راغب کیا اور یوں شاہکار ڈراموں نے اردو زبان کے خزانے میں قیمتی اضافہ کیا۔ بمبئی میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں انگریزی تھیٹر کی تعمیر عمل میں آئی۔ جس کی ابتداء گرانٹ روڈ کے بمبئی تھیٹر سے ہوئی۔ ۱۸۴۵ء میں اس عمارت کی ازسر نو تعمیر کی گئی جو بعد ازاں وکٹوریہ تھیٹر کہلایا۔ اس تھیٹر کی تعمیر کے بعد مرہٹی زبان میں دھارمک ڈرامے پیش کئے گئے اور دو جماعتیں وجود میں آگئیں '' ہندو ڈریمیٹک کور'' اور پارسی ڈریمیٹک کور''۔ اندرسبھا کی نمائش سے قبل ہی ہندو ڈرامیٹک کور کی طرف سے ۱۸۵۳ء میں اردو ڈراما 'راجہ گوپی چند' پیش کیا گیا لیکن مناسب سر پرستی نہ ملنے کے باعث اس ڈرامے کی نمائش جاری نہ رہ سکی۔ پارسی ڈریمیٹک کور نے ۱۸۵۴ء میں '' پیدائش و سیاؤش'' نامی اردو ڈرامے کو دو حصوں میں پیش کیا۔ اس ڈرامے کی کامیابی کے بعد اسی سال دو مزید ڈرامے '' حاجی فضل اور کلال خانہ'' اور '' پٹھان سرفراز اور گل'' بھی پیش کئے گئے اور یوں کمرشل بنیاد پر اردوڈرامے اسٹیج پر پیش کرنے کا سلسلہ چل پڑا۔ (۴)

تھیٹریکل کمپنیوں کا عروج (۱۸۷۰ء سے ۱۹۳۵ تک)

اردو ڈراما جب ترقی کرتا ممبئی میں پارسیوں کے ہاتھ آیا تو انہوں نے تماشائیوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو متاثر کرنے کیلئے ایسے اردو ڈرامے پیش کئے جو عوام میں مقبولیت حاصل کریں۔ اردو اسٹیج ڈرامے کے سنہرے دور کا آغاز رونق بنارسی کے نام سے ہوتا ہے جو پارسی وکٹوریہ تھیٹریکل کمپنی کے ملازم تھے۔ آپ نے بے نظیر بدرمنیر، گھڑی گھڑیال، لیلیٰ مجنوں، فسانہ ء عجائب عرف جان عالم انجمن آراء جیسے یاد گار ڈرامے لکھے۔ اداکاری کرتے ہوئے حواس پر قابو نہ رکھ سکے اور کمپنی کے اسٹیج پر خودکشی کر لی۔ اس کے بعد طالب بنارسی وہ پہلے ڈراما نگار تھے جنہوں نے اِندر سبھا کی تقلید کے بجائے اس دور میں ڈراموں کے اندر مکالموں کا اضافہ کیا۔ ہندی کے جگہ ڈراموں میں اردو گانوں کو رائج کیا۔ ان کا ڈراما ''لیل و نہار'' اردو ادب کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ (۵)

انیسویں صدی کے آخر تک ڈراموں میں قصوں کے مقابلے میں رقص و موسیقی کو

اہمیت دی جاتی تھی لیکن اسی اثناء میں لکھنو کے ایک شاعر سید مہدی حسن احسن لکھنوی نے سب سے پہلے اردو دان طبقے کو شیکسپیئر کے ڈراموں سے واقف کروایا۔ ان سے پہلے بھی کئی مرتبہ شیکسپیئر کے ڈراموں کا اردو ترجمہ ہو چکا تھا۔ مگر آپ کے کیئے گئے تراجم نے ڈرامے کو جدید شکل دی۔ آپ نے اپنا پہلا ڈراما ''چندراولی'' ۱۸۹۷ ء میں تصنیف کیا۔ اس کے بعد ۱۹۲۲ء تک احسن نے بہت سے ڈرامے لکھے جن میں خون نا حق (ہیملٹ)، شہیدِ وفا (اوتھیلو) اور دلفروش (مرچنٹ آف وینس)، سیتا ہرن، کنگ تارہ اور شریف بدمعاش قابل ذکر ہیں۔ آپ نے ہندوستانی ماحول کے مطابق شیکسپیئر کے ڈراموں کے سلیس تراجم کیئے۔ جس کی بدولت ہمارا اسٹیج ترقی کرنے لگا۔

اردو ڈرامے کی تاریخ دو ناموں کے ذکر کے بغیر ادھوری ہے۔ ایک، آغا حشر کاشمیری دوسرے امتیاز علی تاج۔ آغا حشر کاشمیری ذاتی حیثیت میں خود اردو ڈراما نگاری کا ایک روشن باب ہیں۔ حشرنے اپنی ڈراما نگاری کا آغاز ۱۸۹۷ء میں کیا۔ آپ نے اپنا پہلا ڈراما ''آفتاب محبت'' جب لکھا تو اس وقت اردو ڈرامے میں احسن کا طوطی بول رہا تھا۔ آپ نے اپنا یہ ڈراما احسن کو دکھایا تو احسن نے آپ کی حوصلہ افزائی نہ کی اور حشر نے اس دن سے اپنے آپ کو ڈرامے کیلئے وقف کردیا۔ آپ ۱۸۹۸ء میں ممبئی آئے اور الفریڈ ناٹک منڈلی کیلئے اپنا ڈراما ''مریدِ شک'' لکھا جس نے ان کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ آپ کا یہ ڈراما شیکسپیئر کے ڈرامے ونٹر ٹیل سے ماخوذ تھا۔

آغا حشر نے اردو ڈراموں کو جن پریوں کے قصوں سے نکال کر نت نئے موضوعات سے آراستہ کیا اور جدید اردو ڈرامے کی بنیاد ڈالی۔ آپ نے قدیم طرز سے، روایت سے اور اِندر سبھائی اثر سے ہٹ کر ڈرامے تخلیق کیئے۔ عطیہ نشاط نے اردو ڈراما اور روایت اور تجزیہ میں حشر کے ڈراما نگاری کو چار ادوار میں تقسیم کیاہے۔آپ کے پہلے دور، ۱۸۹۹ تا ۱۹۰۱کے مشہور ڈرامے مرید شک، اسیر حرص، مار آستین اور ٹھنڈی آگ ہیں۔ یہ وہ ڈرامے ہیں جو آپ نے اپنے معاصرین کے اثر کے تحت لکھے۔ جن میں دھنیں اور موسیقی بھی شامل تھی۔ دوسرے دور،۱۹۰۶ تا ۱۹۰۸میں آپ نے سفید خون، شہید ناز، صیدِ ہوس تحریر کیا۔ یہ

تینوں ڈرامے شیکسپیئر کی کہانیوں سے ماخوذ ہیں لیکن ان کا قالب مکمل طور پر ہندوستانی ہے۔ تیسرے دور، ۱۹۰۸ تا ۱۹۱۹ تک آپ نے پہلا پیار، یہودی کی لڑکی، خوبصور ت بلا، سورداس، بن دیوی تحریر کیئے۔ اس دور میں آپ کے ڈراموں میں بلند آہنگی پائی جاتی ہے۔ ردیف قافیوں کا استعمال کم سے کم ہے۔ چوتھے دور، ۱۹۱۹ تا ۱۹۳۰ تک آپ نے نعرہِ تو حید، مدھر مرلی، سیتا بن باس، غریب کی دنیا، سماج کا شکار، رستم و سہراب، ترکی حور، آنکھ کا نشہ جیسے ڈرامے تخلیق کیئے۔ بیشتر محققین کی نظر میں اس دور میں آپ نے سب سے زیادہ بہترین ڈرامے لکھے۔ ان ڈراموں میں انسانی زندگی کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے۔ (۶)

آغا حشر نے اردو ڈرامے میں جس جدید میلان کی داغ بیل ڈالی، اس کی آبیاری امتیاز علی تاج نے ۱۹۲۶ء میں انار کلی لکھ کر کی۔ امتیاز علی تاج نے انار کلی سے قبل بھی بہت سے ڈرامے لکھے تھے مگر پارسی تھیٹر مالکان ان ڈراموں کی جدید طرز دیکھ کر ان میں ترامیم کرانا چاہتے تھے جو امتیاز کو منظور نہ تھا۔ ۱۹۲۲ میں انار کلی امتیاز نے تصنیف تو کر لیا تھا مگر اسے اسٹیج ۱۹۳۲ میں کیا گیا۔ پنجاب یونیورسٹی پٹیالہ کے ڈاکٹر سر جیت سنگھ نے اسے پٹیالہ میں ہی اسٹیج کیا۔ انار کلی کے بعد امتیاز علی تاج نے بہت سے ڈرامے لکھے جنہیں ریڈیو سے نشر کیا گیا۔

۱۹۳۰ء سے ہندوستان میں بھی یہاں کے معاشرتی اور ثقافتی تقاضوں کے تحت ایک ایکٹ کے ڈرامے پیش کیئے جانے لگے۔ اس دور میں زندگی کی رفتار بڑھ جانے کے باعث یہ ''ایک ایکٹ'' کے ڈرامے مشہور بھی ہونے لگے۔اردو ڈرامے کے تنقید نگار عشرت رحمانی نے یکبابی ڈراموں کو میکانیکی دور کی پیداوار قرار دیا۔ نور الٰہی محمد عمر صاحبان، اثر لکھنوی، اختر شیرانی، خواجہ احمد عباس اہم یکبابی ڈراما نگار تھے۔ (۷)

۱۹۳۵ سے اردو ادب میں ایک ایسی تحریک کا آغاز ہوا جس نے اردو ادب کا دامن کئی قیمتی موتیوں سے بھر دیا۔ اس تحریک کا نام 'اپٹا' (Indian People's Theatre Association) تھا جو ایک کل ہند تحریک تھی۔ جس کا مقصد آزادی کے جذبے کو ابھارنا اور عام زندگی کے مسائل کو ادب کا حصہ بنانا تھا۔ اس تحریک نے عوام تک اپنا پیغام

پہچانے کا ذریعہ نوٹنکی کو بنایا جو کہ ابتداء سے ہندوستانی معاشرے کا اہم حصہ رہا ہے۔ اس تحریک کے تحت ہندوستان کی ہر زبان میں ڈرامے بنائے گئے لیکن ''اپٹا'' کے ہندوستانی گروپ نے بہت اچھے اردو ڈرامے پیش کئے۔ خواجہ احمد عباس نے ڈراما زبیدہ لکھا۔ جس میں یوپی کی ایک مسلم لڑکی کی کہانی ہے جو سماج کی فرسودہ روایات کے خلاف بر سرِ پیکار ہے۔ علی سردار جعفری ابتداء سے ہی ایسے ادیب رہے جو اپنے اشتراکی خیالات کے باعث موضوع بحث بنتے۔ انہوں نے 'اپٹا' کیلئے ڈراما یہ 'کس کا خون' ہے تحریر کیا جس کے بارے میں خود کہتے ہیں اس ڈرامے کو ۱۹۴۳ میں سات مرتبہ عوامی تھیٹر میں پیش کیا گیا۔ اس ڈرامے کی کہانی جاپانی حملے کے خلاف پیش کی گئی ہے اور مرکزی خیال یہ ہے کہ کہیں عوام انگریز کی غلامی سے بیزار ہو کر فاشزم کی غلامی نہ اختیار کرلیں۔ عصمت چغتائی نے بھی 'اپٹا' کیلئے اپنا ڈراما 'دھانی بانکیں' لکھا یہ ڈراما ہندومسلم فسادات پر مبنی تھا۔ 'اپٹا' کیلئے اردو کے ڈراما نگاروں نے کئی اہم فن پارے اسٹیج کئے۔ یہ ڈرامے پارسیوں کے کمرشل تھیٹر سے ہٹ کر اس وقت کے بنیادی مسائل کا حل پیش کرنے میں کافی حد تک کامیاب رہے۔ ۱۹۳۵ سے ہندوستان میں ریڈیو نشریات اور فلموں کا آغاز ہو گیا۔ جس کے باعث تھیٹریکل کمپنیوں کو کافی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ (۸)

ڈراما اسٹیج سے نشریات پر

۱۹۲۳ میں برطانوی راج کے دوران بمبئی پریذیڈنسی ریڈیو کلب میں جون ۱۹۲۳ میں، کلکتہ ریڈیو کلب میں نومبر ۱۹۲۳ میں اور مدراس ریڈیو کلب نے ۱۹۲۴ میں اپنی نشریات کا آغاز کیا لیکن جلد ہی سرکاری سطح پر ریڈیو نشریات کے آغاز کیلئے ۲۳ جولائی ۱۹۲۷ کو انڈین براڈ کاسٹنگ کمپنی لمیٹڈ سے معاہدہ کرلیا گیا۔ جس نے بمبئی اسٹیشن سے ۲۳ جولائی ۱۹۲۷میں جب کہ کلکتہ اسٹیشن سے ۲۶ اگست ۱۹۲۷ کو ریڈیو نشریات کا آغاز کیا۔ اس وقت کے وائسرے ہند لورڈ ارون (Irwin) نے بمبئی کے اسٹیشن کا افتتاح کیا۔ ۱۹۳۰ کو کمپنی کوخسارہ ہوا اور حکومت نے اسے کنٹرول میں لیتے ہوئے کمپنی کا نام ۱۹۳۶ میں آل انڈیا ریڈیو رکھ

دیااور لیون فیلڈن (Linoel Fielden) کو کنٹرولر آف براڈ کاسٹنگ مقرر کر دیا۔ فیلڈن ہندوستان میں براڈ کاسٹنگ کے باوا آدم کہلاتے ہیں۔ انھوں نے سید ذالفقار علی بخاری کوآل انڈیا ریڈیو کیلئے ۱۹۳۵ میں بطور ڈائریکٹر آف پروگرامنگ منتخب کیا۔ جنھوں نے تقسیم کے بعد ریڈیو پاکستان کیلئے بہت سی قابلِ قدر خدمات سر انجام دیں۔

جی سی اوستھی نے اپنی کتاب ’فورٹی ایئر آف براڈ کاسٹنگ‘ میں تحریر کیا کہ ۱۹۲۷ء میں کلکتہ کے مشہور تھیٹر ’’ناٹیہ شاستر‘‘ کے ڈرامے کلکتہ اسٹیشن سے نشر کئے جاتے تھے۔ ریڈیو کیلئے پہلا لکھا گیا ڈراما ’’ جمع خرچ ‘‘ تھا۔ ۱۹۲۷ تا ۱۹۳۵ کے عرصے میں اردو ڈرامے نشر تو ہوئے ہوں گے البتہ ان اردو ریڈیو ڈراموں کی تاریخ پر مواد دستیاب نہیں ہے۔ تقسیم سے قبل اردو کے قابلِ ذکر ڈراما نگاروں میں کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، سعادت حسن منٹو اور امتیاز علی تاج شامل ہیں۔

ریڈیو ڈراموں کا پہلا مجموعہ کرشن چندر کا ’’ دروازہ ‘‘ہے۔ کرشن چندر کے یہ ڈرامے لاہور اور دہلی کے ریڈیو اسٹیشنز سے ۱۹۳۷ تا ۱۹۴۱ کے درمیان نشر ہوئے تھے۔ اس مجموعے کا سب سے پرانا ڈراما ’’بیکاری ‘‘ہے جو آل انڈیا ریڈیو لاہور سے نشر ہوا۔ کرشن چندر کی طرح سعادت حسن منٹو نے بھی تقسیم سے قبل آل انڈیا ریڈیو کیلئے بہت سے ڈرامے لکھے۔ بات سے بات نکالنا، میاں بیوی کی بات چیت کو نوک جھوک میں تبدیل کردینا اور مختصر سے جملوں میں بڑے بڑے نظریات کو سمیٹ دینا ان کے نشری ڈراموں کا خاصہ تھا۔ آپ ۱۹۳۹ میں ملازمت کے سلسلے میں ریڈیو سے وابستہ ہوئے۔ آپ کے مشہور ڈراموں میں ماچس کی ڈبیا، جرنلسٹ، ٹیڑھی لکیر، خودکشی، آؤ تاش کھیلیں، تین موٹی عورتیں، نپولین کی موت، قلو پطرہ کی موت وغیرہ شامل ہیں۔

راجندر سنگھ بیدی کا نام بھی اردو کے بڑے ریڈیائی ڈراما نگاروں میں شامل ہے۔ منٹو کی طرح آپ نے بھی ریڈیو پر ملازمت کے دوران کچھ بہترین ڈرامے لکھے، جن میں روحِ انسانی، عورت کی نہ، رخشندہ اور نقل مکانی وغیرہ شامل ہیں۔ بیدی کے ریڈیائی ڈراموں میں تنوع پایا جاتا تھا۔ موضوعات کی تکرار بالکل بھی نہ تھی۔ (۹)

امتیاز علی تاج تقسیم سے قبل ہی آل انڈیا ریڈیو کیلئے لاہور اسٹیشن سے چچا چھکن کا کردار ادا کیا کرتے تھے۔ یہ کردار انھوں نے خود تصنیف کیا تھا جو انگریزی کے معروف ناول نگار جیروم کے جیروم کی کتاب تھری مین ان اے بوٹ(Three Men in a Boat) کے کردارانکل پوجر (Podger) سے ماخوذ تھا۔ اس کردار کے ظریفانہ قصوں کو اس سے قبل وہ مختلف رسائل کے خصوصی نمبروں کیلئے لکھ چکے تھے۔ (۱۰)

آزادی کے وقت پاکستان میں تین ریڈیو اسٹیشن لاہور، ڈھاکہ اور پشاور میں موجود تھے۔ ’’ یہ ریڈیو براڈ پاکستان براد کاسٹنگ سروس‘‘ ہے۔ یہ وہ جملہ تھا جو آزادی کے بعد لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں میں صاف سنائی دیتا تھا۔ مہاجرین کی آبادکاری کے مسائل کے بعد جب آواز کا سفر آگے بڑھنے لگا تو ریڈیو پاکستان کی توجہ عوام کو معیاری تفریح فراہم کرنے کیلئے ڈراموں کی طرف مبذول ہوئی۔ ریڈیو پاکستان کے لئے سب سے پہلے ڈراما قاضی جی شوکت تھانوی صاحب نے تحریر کیا۔قاضی جی کا کردار وہ خود ادا کیا کرتے تھے۔ ان کے مشہور نشری ڈراموں میں سچ نہیں مگر ہاں، لاٹری کا ٹکٹ، بور، دوزخ، سنی سنائی، مجھے خرید لو، رقاصہ، حامد مرحوم، ہم زلف وغیرہ شامل ہیں۔ ریڈیو پاکستان کے ابتدائی دور کے ڈراما نگاروں میں امتیاز علی تاج، عابد علی عابد، شوکت تھانوی، نصر اللہ خان اور علیم احمد شامل تھے۔ (۱۱)

۱۹۵۵ تا ۱۹۶۵ ریڈیو ڈرامے کا سنہرا دور تھا۔ اس دور میں سلیم احمد، سید احمد رفعت، انتظارحسین نے ریڈیو ڈرامے کی خوب خدمت کی۔ ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل ذوالفقار علی بخاری کو خود بھی ڈرامے کا بہت شوق تھا۔ آپ ریڈیو پاکستان کے پہلے کنٹرولر بھی تھے۔ آپ کی آواز سامع کو اپنے اثر میں لے لیتی تھی۔ سلیم احمد کے ڈرامے ۱۸۵۷ میں بہادر شاہ ظفر کا کردار، جولیس سیزر میں مارک انتھونی کی آواز اور لائٹ ہاوس میں باپ و بیٹے کے باہمی تعلق پر مبنی دونوں کرداروں میں آپ کی آواز کا اتار چڑھاؤ لازوال تھا۔ ۱۹۵۴ میں ریڈیو پاکستان میں جشنِ تمثیل کی روایت قائم کی گئی۔ اس جشن کے دوران ہر شب ایک ڈراما پیش کیا جاتا اور سامعین شدت سے اس کا انتظار کرتے۔ (۱۲)

آغا ناصر نے ریڈیو پاکستان کیلئے کئی کلاسیکی کہانیاں پروڈیوس کی۔ جن میں قابلِ ذکر اینتھولوجی آف سوفوکلیس، شیکسپیئر کا مڈسمر نائٹ ڈریم، برنارڈ شا کا پائیجمو لین، چیخوف کا تھری سسٹرز شامل ہیں۔ انھوں نے آغا حشر کے رستم و سہراب، امتیاز علی تاج کے *انارکلی* کو بھی ریڈیو کیلئے پیش کیا۔ (۱۳)

ڈرامے کی صنف کو مقبول بنانے میں ریڈیو کے کردار سے انکار ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ریڈیو پاکستان نے دنیائے ادب کی بہترین کہانیوں پر ڈرامے بنائے۔ جب پاکستان میں ٹیلی ویژن نشریات کا آغاز کیا گیا تو ڈرامے کے لئے ریڈیو پاکستان سے ہی تربیت یافتہ لوگوں کو دعوت دی گئی کیونکہ ریڈیو پاکستان کے آرٹسٹ، لکھاری اور ڈائریکٹرز وہ افراد تھے جو کم سے کم وسائل میں بہترین پراڈکٹ سامنے لانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ انھوں نے اسٹوڈیو نمبر نو، حامد میاں کے ہاں، دم ساز دم باز، مفت کا جھگڑا وغیرہ میں اپنی بھر پور فنکارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا (۱۴)۔

حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر انعام الحق جاوید، (۲۰۱۶)، '' ڈرامہ اور پنجابی ڈرامے کی تاریخ ''، الفیصل ناشران، لاہور، ص ۱۲

(۲) ادیب، سید مسعود حسن رضوی، (۱۹۵۷)، ''لکھنو کا عوامی اسٹیج ''، نظامی پریس لکھنو، لکھنو، ص ۱۰

(۳) عشرت رحمانی، (۱۹۷۸)، '' اردو ڈراما کا ارتقاء'' علی گڑھ بُک ڈپو، شمشاد مارکیٹ علی گڑھ، ص ۱۲۱

(۴) عشرت رحمانی، محولہ بالا، ص ۱۳۷

(۵) عشرت رحمانی، (۱۹۹۵)، ''اردو ڈراما کی تاریخ و تنقید''، ایجوکیشنل بُل ہاؤس علی گڑھ، ص ۱۶۸

(۶) پروفیسر سید وقار عظیم، '' اردو ڈراما تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ''، الوقار پبلی کیشنز، لاہور ص ۹۳

(۷) ڈاکٹر اے بی اشرف، (۱۹۸۶)، ''اردو سٹیج ڈراما ''، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، اسلام آباد، ص ۲۲۱

(۸) پروفیسر فصیح احمد صدیقی، '' اردو یک بابی ڈراما، تکنیک و تمثیل، فکری، فنی و میکانیکی جائزہ''، ادارہ ادب اردو بمبئ ۱۶، ممبئ ص

(۹) رزمی شاہد، (۱۹۹۵)، '' اِپٹا اور اردو ڈراما ''، تخلیق کار پبلیشرز، نئ دہلی، ص ۶۱

(۱۰) سروش رفعت، (۲۰۰۸)، ''آل انڈیا ریڈیو اور اردو''، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، دہلی ۶، ص ۵۱ تا ۶۰

(۱۱) فرغانہ، (۲۰۰۶)، '' اردو ڈراما آزادی سے قبل، ناشرہ ڈاکٹر فر غانہ، طباعت رام گڑھ روڈ ر جے پور، اجستھان، ص ۱۷۴

12- Nihal Ahmad,(2005),"History of Radio Pakistan",Oxford University Press,Pg No25.

(۱۳) آغا ناصر، (۲۰۰۵)، '' گلشنِ یاد''، سنگ میل پبلیشرز، لاہور، ص ۵۴

(۱۴) آغا ناصر، محولہ بالا، ص۱۱۲